(احمدی احباب جماعت کیلئے)

رسومات کے متعلق تعلیم

از

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ

عَرض حَال

رسومات کے متعلق تعلیم کے عنوان پر عاجزہ نے جلسہ سالانہ 1966ء کے موقع پر تقریر کی تھی۔ جسے پہلی دفعہ لجنہ اماء اللہ پشاور نے اور دوسری بار لجنہ مرکزیہ نے کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔ نئے لوگ بھی جماعت میں داخل ہوتے ہیں اور نئی نسل بھی جوان ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بار بار یہ باتیں ان کے سامنے بیان کی جائیں تا کہ وہ رسومات اور بدعات سے بچیں۔ کچھ عرصہ سے بعض لجنات کے دوروں کے نتیجہ میں اور یہاں بھی بہنوں اور بچیوں سے بات چیت کرنے کے نتیجہ میں میرا مشاہدہ ہے کہ بہت سے اہم مسائل کے متعلق نئی نسل کو کم واقفیت ہے جس کی وجہ سے وہ غلطیوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کتابچہ کو مزید حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ پاکستان شائع کر رہا ہے۔ تمام بہنوں کو اسے پڑھنا چاہیئے اپنی بچیوں کو پڑھانا چاہیئے۔

لجنات کثیر تعداد میں اکٹھی خرید لیں تا کوئی ایک احمدی بہن اور بچی ایسی نہ رہے جس نے اسے نہ پڑھا ہو۔ دیہاتی لجنات کو خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ دیہات میں اب بھی رسوم کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ میں سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد مظہر ثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے

مندرجہ ذیل الفاظ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواتی ہوں۔ کہ کس درد سے آپ نے جماعت کو رسومات کے خلاف جہاد کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

''میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر (احمدی) گھرانہ کو مخاطب کر کے بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں اور جو احمدی گھرانہ آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوشش کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ......پس آج میں اس مختصر سے خطبہ میں ہر احمدی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہر بدعت اور بدرسم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے اور اپنے گھروں کو پاک کرنے کے لئے شیطانی وسوسوں کی سب راہوں کو اپنے گھروں پر بند کر دیں گے'' (خطبہ جمعہ 23/جون 1967ء)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں خلافت سے وابستہ رہنے اور قدرت ثانیہ کے مظہر الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

مریم صدیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

تیرا نبیؐ جو آیا اس نے خدا دکھایا
دینِ قویم لایا بدعات کو مٹایا

شریعت کے بنیادی اصول صرف تین ہیں۔ قرآن مجید ۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث اور اس زمانہ کے لحاظ سے موعود آخر الزمان کے فتاویٰ ۔ کیونکہ اس زمانہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو حکم اور عدل بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ نے دنیا کو بتایا کہ کونسا کام صحیح ہے اور کونسا غلط ۔

رسم کی تعریف:۔

اس اصولی تعلیم کے لحاظ سے ہم رسم اس کام کو کہیں گے جس کا ثبوت قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ ملے ۔ جس کا کرنا آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہوتا ہو اور جو انسان اس لئے نہ کرتا ہو کہ اس کے لئے ضروری ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے باپ دادا یہ کام کرتے چلے آئے ہیں اور اس کے کرنے کی غرض خود نمائی اور اپنی برادری کنبہ میں اپنی ناک اونچی رکھنا ہو۔

رسول کریم ﷺ کی بعثت کی غرض:۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کی غرض ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بیان فرمائی ہے کہ آپ نوع انسانی کو ان قسما قسم کے پھندوں سے آزاد کروائیں۔ جن کے طوق انسانوں نے خود پہن رکھے تھے اور ان کی روح کو پاک وصاف کر کے ان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں۔ مذہب کا مرکزی نقطہ توحید ہے یعنی انسان کی پوری توجہ اس کی عبادت اس کے بندوں سے تعلقات ۔ رشتہ داریوں کا نبھانا۔ مرنا جینا سب اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو جب انسان توحید کے اس مقام سے جہاں اس کے لئے قائم ہونا ضروری ہے ذرا بھی ادھر ادھر ہٹتا ہے تو پہلے مختلف رسومات میں گرفتار ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ ان کے جال میں ایسا پھنستا ہے کہ شرک کرنے پر اتر آتا ہے ۔گویا شرک لازمی نتیجہ ہے ۔ رسومات کی پیروی کا اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ الاعراف:158)

ترجمہ:۔ وہ (لوگ) جو ہمارے اس رسول (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) کی اتباع کرتے ہیں جو نبی ہے اور امی ہے جس کا ذکر تورات اور انجیل میں ان کے پاس لکھا ہوا موجود ہے وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے اور سب پاک چیزیں ان پر حلال کرتا ہے اور سب بُری چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان کے بوجھ (جو ان پر لادے ہوئے تھے) اور طوق جو ان کے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے وہ ان سے دور کرتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اس کو طاقت پہنچائی اور اس کو مدد دی اور اس نور کے پیچھے چل پڑے جو اس کے ساتھ اتارا گیا تھا وہی لوگ بامراد ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ہر کام میں یہ مدنظر رکھے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کررہا ہے یا نہیں۔ آپ کی اتباع سے ہی وہ نیک کام کرسکے گا۔ پاک چیزوں اور پاک باتوں کو اختیار کرسکے گا۔ اور بُرے کاموں سے مجتنب رہے گا۔ یہی تقویٰ کا حقیقی مقام ہے جو آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت اور پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت ﷺ کے طریق پر چلنا سنت ہے اور اس کو چھوڑ کر کوئی اور طریق اختیار کرنا بدعت۔

سُنت اور بدعت میں فرق:۔

حضرت اقدس موعود امام آخر الزمان سنت اور بدعت کا فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''غرض اس وقت لوگوں نے سنت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور ان کو ایک خطرناک دھوکہ لگا ہوا ہے وہ سنت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں اور ان کو اپنی زندگی کے لئے کافی راہ نما سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ان کو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔ جب آدمی سنت اور بدعت میں تمیز کر لے اور سنت پر قدم مارے تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سنت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوسکتا۔'' ﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 389﴾

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

''اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اسے توڑا جائے جبکہ ہم ...... کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی پرواہ کیوں کریں؟ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہو اس کو دور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے جو حدود الٰہی اور وصایا رسول اللہ ﷺ کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جاوے کہ احیاء سنت اسی کا نام ہے۔'' ﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 391﴾

......کا پیدا کردہ انقلاب:۔

آنحضرت ﷺ سے قبل دنیا شرک گمراہی اور ضلالت میں

گھری ہوئی تھی بت پرستی کے ساتھ ساتھ ہزاروں قسم کی رسومات کے پھندے ان کے گلوں میں پڑے ہوئے تھے لیکن ہزاروں درود وسلام اس محسن انسانیت پر جس نے ساری دنیا کو شرک سے پاک کر دیا۔ ہزار ہا سال کے پھندے جوان کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے وہ نکال کر پھینک دیئے اور سب قسم کی برائیوں سے پاک کر کے خدائے واحد کے آگے ان کا سر جھکا دیا۔ وہ جو بتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے وہ ایک خدا کے پرستار ہو گئے اور اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھنے لگ گئے جو شرابیں پیتے تھے فسق و فجور میں گرفتار رہتے تھے اور اپنے ان کاموں کو فخریہ بیان کرتے تھے وہ ان افعال سے اس طرح دور بھاگنے لگے جیسے سانپ سے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے اور وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے آپ کی کامل اطاعت کی۔ اپنی جان، مال، عزت اور اولاد سب کچھ آپ کے قدموں میں لا ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر بے حد فضل اور انعامات کیئے اور دنیا کا حکمران ان کو بنا دیا۔

شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ جوئے کے وہ عادی تھے لیکن آنحضرت ﷺ کی ایک آواز پر شرابوں کے مٹکے اس طرح توڑ دیئے گئے کہ گلی کوچوں میں شراب بہتی پھرتی تھی اور پھر کبھی کسی مسلمان کا دہن شراب سے آشنا نہ ہوا۔ ہر قسم کے رسوم، برائیاں، نفسانی خواہشات، احباب، دوست چھوڑ کر انہوں نے آنحضرت ﷺ کی محبت اور اطاعت

کواختیار کرلیا۔جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:

قَــدْ اٰثَــرُوْكَ وَفَــارَقُــوْا اَحْبَــابَهُــمْ
وَتَبَــاعَــدُوْا مِــنْ حَــلْــقَةِ الْاِخْــوَانِ
قَــدْ وَدَّعُــوْا اَهْــوَاءَ هُــمْ وَنُــفُــوْسَهُــمْ
وَتَبَــرَّؤُوْا مِــنْ كُــلِّ نَشْــبٍ فَــانِ
ظَهَــرَتْ عَــلَيْهِــمْ بَيِّــنَــاتُ رَسُــوْلِهِــمْ
فَتَــمَــزَّقَ الْاَهْــوَاءُ كَــالْاَوْثَــانِ

ترجمہ:۔کہ انہوں نے تجھے اختیار کیا اور اپنے دوستوں سے جدا ہو گئے ۔اوراپنے بھائیوں کے دائرہ سے دُوری اختیار کر لی۔انہوں نے اپنی خواہشات اورنفسوں کوالوداع کہہ دیا۔اور ہرقسم کے فانی مال ومنال سے بیزار ہو گئے ۔جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واضح اور روشن دلائل ان پر ظاہر ہوئے توان کی نفسانی خواہشیں بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں۔

اسی مضمون کواللہ تعالیٰ نےقرآن مجید میں یوں بیان فرمایاہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا. رَسُوْلاً يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْ اا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ. (سورۃ الطلاق:12)

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے شرف کا سامان یعنی رسول اتاراہے جوتم کواللہ تعالیٰ کی ایسی آیات سناتا ہے جو ہرنیکی اور بدی کوکھول

دیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مومن لوگ جو اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ اندھیروں سے نکل کر نور میں آ جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کے نتیجہ میں انسان اندھیرے سے نکل کر ایمان کے اجالے میں آ جاتا ہے۔ یہ کون سا اندھیرا ہوتا ہے؟ یہ اندھیرا شرک و بدعت اور رسوم کا اندھیرا ہوتا ہے جس نے انسان کے گرد جالے تنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت اور آپ کے نقش قدم پر چلنے سے ٹوٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اب بھی اگر اپنے معاشرے سے ہم نے رسومات کے اندھیروں کو دور کرنا ہے تو اپنے ہر کام میں اس بات کو مدنظر رکھنا ہوگا کہ ہمارا یہ کام سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہے یا نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ ابراہیم میں فرماتا ہے:۔

کِتَابٌ اَنۡزَلۡنَاہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِ رَبِّھِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ (ابراھیم :2)

ترجمہ:۔ (یہ قرآن مجید) ایک کتاب ہے جسے ہم نے تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو تمام لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے ظلمت سے نکال کر نور کی طرف یعنی اس کامل طور پر غالب اور کامل محمود ہستی تک پہنچنے کے راستہ کی طرف لے جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ قرآن کریم ایک

روشنی ہے جس کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں گے اور وہ روشنی کا راستہ وہی راستہ ہے جو عزیز وحمید خدا کی طرف جاتا ہے۔

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ رسم ورواج پر چل کر انسان خدا کا نور حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ برادری اور رسوم سب پر لات مار کر اللہ تعالیٰ کے ان احکام پر جو اس نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں۔ عمل پیرا ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے راستہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضاء نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

مذکورہ بالا تینوں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی روحانی ترقی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہر کام کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی کامل اطاعت کی جائے اور دیکھ لیا جائے کہ اس کام کے متعلق قرآن مجید کیا تعلیم دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور آپ کا عمل اس بارہ میں کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے جوں جوں بُعد ہوتا گیا مسلمان رسم ورواج کے پھندوں میں گرفتار ہوتے گئے۔ نام کا اسلام رہ گیا شریعت پر عمل نہ رہا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کی ہمسائیگی میں ان کے طور وطریق اختیار کر لئے اور وہ وہ رسوم رائج ہوئیں جن کا اسلام سے دور کا

تعلق بھی نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ پر خاص فضل ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضرت اقدس موعود امام الزمان تشریف لائے تا کہ اس اثر کو مسلمانوں پر سے دور کر دیں جو مسلمانوں پر چھایا ہوا تھا۔ چنانچہ جنہوں نے حضور کو مانا انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ اور ظلمت سے نکل کر نور کے سایہ تلے آ گئے۔ انہوں نے خود محسوس کیا کہ آج تک ہم اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ حضرت اقدس نے بھی دل کی صفائی کا یہی طریق بتایا ہے کہ آپ کی مکمل اطاعت کی جائے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

''غرض اس خانہ کو (مراد دل۔ ناقل) بتوں سے پاک وصاف کرنے کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے اور اس جہاد کی راہ میں تمہیں بتاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں اگر تم اس پر عمل کرو گے تو ان بتوں کو توڑ ڈالو گے اور یہ راہ میں اپنی خود تراشیدہ نہیں بتاتا۔ بلکہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں بتاؤں۔ اور وہ راہ کیا ہے؟ میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ یہ آواز نئی آواز نہیں ہے مکہ کو بتوں سے پاک کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی کہا تھا **قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ** ۔(اٰل عمران: 32) اسی طرح پر اگر تم میری پیروی کرو گے تو اپنے اندر کے بتوں کو توڑ ڈالنے کے قابل ہو جاؤ گے اور اس طرح پر سینہ کو جو طرح طرح کے بتوں سے بھرا پڑا ہے پاک کرنے کے

لائق ہو جاؤ گے۔" ﴿ملفوظات جلد اوّل صفحہ 120`121﴾

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ جماعت احمدیہ توحید کے اعلیٰ مقام پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات پر چلنے میں ہی فخر محسوس کرتی ہے لیکن جب کوئی جماعت ترقی کرتی ہے اور پھیلنے لگتی ہے تو نئے نئے لوگ داخل ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ بہت سی کمزوریاں لاتے ہیں جن کے نتیجہ میں کئی رسومات پھیل جاتی ہیں۔ بعضوں میں نقالی کا مادہ ہوتا ہے دوسروں کو دیکھ کر بغیر یہ سوچے سمجھے کہ یہ جائز بھی ہے یا نہیں یا ہماری روایات کے مطابق ہے یا نہیں عمل کرنے لگتے ہیں۔

چند سال سے مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کے ایک طبقہ میں جن میں عورتیں زیادہ ہیں پھر سے رسومات کی ابتدا ہوگئی ہے اور جن ظلمتوں سے نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو بھیجا تھا ان ظلمتوں کے خفیف سائے ان پر پھر پڑنے لگے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انعام، انعام خلافت سے وعدہ کے مطابق نوازا ہے۔ خلیفہ وقت جانشین ہوتا ہے حضرت مسیح موعود امام آخر الزمان کا۔ اور حضرت مسیح موعود امام آخر الزمان ظلِّ کامل ہیں آنحضرت ﷺ کے گویا خلیفۂ وقت کے احکام پر چلنے آپ کی کامل اطاعت کرنے سے ہم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آنحضرت ﷺ کے مطیع و فرمانبردار بن سکتے ہیں۔

رسومات کا تعلق چونکہ زیادہ تر عورتوں سے ہوتا ہے۔ اس لئے

عورتوں کو اس طرف از حد توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہیں۔ انہیں قرآن مجید کا یہ حکم ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ –

﴿النسآء : 52﴾

اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ خلفاء کی اطاعت بھی ہم پر فرض ہے بغیر مکمل اطاعت کے ترقی ناممکن ہے۔ ہر تحریک جو خلیفہ وقت کی طرف سے پیش ہو اس پر ہر مرد عورت اور بچہ کا لبیک کہنا فرض ہے۔ تمام تنظیموں کا کام بھی یہی ہونا چاہئے کہ خلیفہ وقت کی تحریکات کو چلانے میں اپنی قوتیں بروئے کار لائیں۔ حضرت مصلح موعود نے بھی جب لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا تو لجنہ اماء اللہ کے دستور کی ایک شق یہ قرار دی:۔

”اس امر کی ضرورت ہے کہ جماعت میں وحدت کی روح قائم رکھنے کے لئے جو بھی خلیفہ وقت ہو اس کی تیار کردہ اسکیم کے مطابق اور اس کی ترقی کو مدنظر رکھ کر تمام کارروائیاں ہوں۔“

﴿لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی تحریک 1922ء﴾ ﴿الازھار لذوات الخمار ص53﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی رسومات مٹانے کے متعلق تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو تحریکات

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جماعت اور خصوصاً احمدی مستورات کے سامنے رکھیں ان میں سے ایک تحریک جماعت سے رسومات کی بیخ کنی کرنا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا:

''پہلا امتحان اور آزمائش وہ احکام الٰہی یا تعلیم الٰہی ہے جو ایک نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آتا ہے اور جس تعلیم کے نتیجہ میں مومنوں کو کئی قسم کے مجاہدات کرنے پڑتے ہیں۔ بعض دفعہ اپنے مالوں کو قربان کرنے سے اور بعض دفعہ اپنی عزتیں اور وجاہتیں اللہ تعالیٰ کے لئے نچھاور کرنے سے۔'' ﴿خطبہ جمعہ 8/ اپریل 1966ء﴾

پھر آپ نے لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع 1966ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

''حضرت مصلح موعود نے جماعت میں اور خصوصاً جماعت کی مستورات میں ایک مہم جاری کی تھی اور اس نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی اور وہ مہم یہ تھی کہ جماعت بد رسوم اور بُری عادتوں کو چھوڑ دے اور بے تکلف زندگی اور اسلامی زندگی گزارنے کی عادی ہو جائے۔ ایک وقت جماعت پر ایسا آیا کہ حضور اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور جماعت بد رسموں سے اور بد رسموں کے بد نتائج سے محفوظ ہو گئی لیکن اب پھر جماعت کا ایک حصہ اس طرف سے غفلت برت رہا ہے خصوصاً وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی مال یا دنیوی وجاہتیں عطا کی ہیں وہ بجائے اس کے کہ اپنے رب کے شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گزارتے

لوگوں کی خوشنودی کے حصول کی خاطر اور اس عزت کے لئے جو حقیقت میں ذلت سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس دنیا کی عزت اور بدرسوم کی طرف ایک حدتک مائل ہو رہے ہیں یہ بدرسوم شادی بیاہ کے موقع پر بھی کی جاتی ہیں اور موت فوت کے موقع پر بھی ہوتی ہیں ہمیں کلیۃً ان کو چھوڑنا پڑے گا۔''

﴿تقریر 22/اکتوبر 1966ء المصابیح صفحہ 31)

پھر آپ نے فرمایا:۔

''مختصراً میں بڑی تاکید کے ساتھ آپ میں سے ہر ایک کو کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تعلیمی لحاظ سے قرآن کریم کے اس اعلان کے ذریعہ ان رسوم کو یک قلم مٹا دیا ہے آپ اپنے گھروں سے اور اپنی زندگیوں سے ان رسوم کو اور بدعادات کو یکسر اور یک قلم مٹا دیں اور دنیا اور دنیا داروں کی پرواہ نہ کریں اور اپنے رب کی رضا کی پرواہ کریں۔''

﴿المصابیح صفحہ 32﴾

پھر 23/جون 1967ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے بڑے واضح الفاظ میں مستورات کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

''میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف اعلان جہاد کرتا ہوں اور جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ وہ اس

طرح جماعت سے نکال کے باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی۔ پس قبل اس کے کہ خدا کا عذاب کسی قہری رنگ میں آپ پر وارد ہو یا اس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیر کے رنگ میں آپ پر وارد ہو اپنی اصلاح کی فکر کرو اور خدا سے ڈرو اور اس دن کے عذاب سے بچو کہ جس دن کا ایک لحظہ کا عذاب بھی ساری عمر کی لذتوں کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے کہ اگر یہ لذتیں اور عمریں قربان کر دی جائیں اور انسان اس سے بچ سکے تو تب بھی وہ سودا مہنگا سودا نہیں سستا سودا ہے۔''

﴿خطبات ناصر جلد اوّل ص 763۔ خطبہ جمعہ 23/جون 1967ء﴾

پھر 1978ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک بار پھر جب بعض نقائص حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آئے تو آپ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''کیا آپ آج مہدی موعود کو یہ کہیں گی کہ ہم آپ پر ایمان لائیں ہمیں اسلام کی روشنی ملی ہم اس کے نور سے منور ہوئے۔ ہمارے سامنے اسلام کی حقیقت آ گئی ہر قسم کے گرد و غبار کو صاف کر کے بدعات کو دور کر کے لیکن پھر بھی ہم حقیقی اسلام چھوڑ کر بدعات سے چمٹی رہنا چاہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی ایک بدعت بھی ایسی نہیں ہوگی اسلام کی تعلیم کے ساتھ چمٹی ہوئی (چمٹنے کا لفظ ہے فارسی میں) کہ جس کو مہدی اکھیڑ کے پرے نہیں پھینک دے گا وہ خالص اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا اور ہر سنت کا احیاء کرے گا اور اس کو قائم کرے گا۔''

پھر اسی تقریر میں آپ نے فرمایا:۔

''ان دس سال میں (لجنہ اماء اللہ کا پروگرام میں یہ بنا رہا ہوں جس کا آج اعلان کر رہا ہوں) عالمگیر جماعت احمدیہ کی اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کو ہر قسم کی بڑی یا چھوٹی بدعت سے پاک کیا جائے گا۔ یا پھر علیحدہ ہو جاؤ مسیح پاک کی اس پاک جماعت سے۔'' ﴿المصابیح صفحہ 349`350﴾

پس ان بدعات اور رسومات کو دور کرنے کے لئے ہر لجنہ اماء اللہ کو خصوصی اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ رسومات ہم کو سیدھی راہ سے دور رکھتی ہیں اور خدا تعالیٰ کے شہر میں داخل ہونے سے روکتی ہیں۔ اس لحاظ سے ہم پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ہر اس کام کو ترک کر دیں جس پر رسم کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ رسوم مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔

1۔ مذہب کی طرف منسوب ہونے والی رسوم

2۔ شادی بیاہ سے متعلق رسوم

3۔ وفات سے متعلق رسوم اور

4۔ بچہ کی پیدائش کے متعلق رسوم

مذہب کی طرف منسوب ہونے والی رسوم:۔

مثلاً قبر پرستی، قبروں پر عرس کرنا۔ میلاد کے وقت کھڑے ہونا اور شیرینی تقسیم کرنا۔ مختلف وظیفے بنا لینا جن کا احادیث سے کوئی ثبوت نہ ملتا ہو۔ نماز میں تو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگنی لیکن نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی۔ ختم قرآن ۔تعویذ گنڈے۔ جھاڑ پھونک وغیرہ وہ رسومات ہیں جو مذہب

کے نام پر کی جاتی ہیں حالانکہ اسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

اسلام نام ہے توحید کا توحید کے قیام کے لئے ہی اللہ تعالیٰ انبیاء مبعوث فرماتا ہے ۔ دنیا میں کامل توحید کا قیام آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہوا اور آج آپ کے ہی نام لیوا قبروں پر جا کر خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بزرگوں سے جن کی ساری عمریں توحید کے قیام میں گزریں دعائیں مانگتے اور ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اس شرک و بدعت سے تو بکلی پاک ہے لیکن پھر بھی ضرورت ہے کہ ان کے مرد و زن اور بچوں کی زندگیاں توحید کے قیام اور شرک کے خلاف جہاد کرنے میں گزریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کو فرمایا:۔

خُذُوا التَّوۡحِیۡدَ التَّوۡحِیۡدَ یَآ اَبۡنَآءَ الۡفَارِس (تذکرہ ص: 197)

اس الہام میں آپ کے ذریعہ ساری جماعت بھی مخاطب ہو سکتی ہے کہ جس طرح ابناء فارس کے لئے توحید کا دامن مضبوطی سے تھامنا لازم ہے اسی طرح ابناء فارس سے تعلق رکھنے والوں کے لئے یہ بھی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد ہماری ساری تعلیم گھومتی ہے اگر مرکزی نقطہ ہی کمزور پڑ جائے تو ہمارے سارے دعاوی کمزور پڑ جاتے ہیں۔

توحید کا دامن مضبوطی سے تھامنے سے مراد یہ نہیں کہ صرف منہ

سے اقرار کرتے رہیں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں بلکہ خذ والتوحید سے یہ مراد ہے کہ ہر کام کرتے ہوئے ہم پہلے یہ سوچ لیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی تو نہیں ہوئی جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام اور برادری کی روایات میں ٹکر ہوتی ہو وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کو ترجیح دیں اور خدا کی خاطر نہ برادری کی پرواہ کریں نہ روایات کی نہ رشتہ داروں کی نہ کسی کے طعن و تشنیع کی۔ اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضور اقدس فرماتے ہیں:۔

''کتاب اللہ کے برخلاف جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب بدعت ہے اور سب بدعت فی النار ہے اسلام اس بات کا نام ہے کہ بجز اس قانون کے جو مقرر ہے ادھر اُدھر بالکل نہ جاوے کسی کا کیا حق ہے کہ بار بار ایک شریعت بناوے۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 128﴾

مسلمان قبروں پر عرس کرتے ہیں اس کے متعلق حضرت اقدس بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

''شریعت تو اسی بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے دیا ہے اسے لے لے اور جس بات سے منع کیا ہے اس سے ہٹے اب اس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ ان کو مسجد بنایا ہوا ہے۔ عرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاج نبوت ہے نہ طریق سنت ہے۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 128﴾

مختلف وظائف اور گنڈے تعویذ کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

''ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی

قرآن شریف اس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔ آج کل فقراء کے نکالے ہوئے طریقے اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور درود اور وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں۔ سوتم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا۔ گویا اپنی الگ ایک شریعت بنالی ہے تم یاد رکھو کہ قرآن شریف اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریقے ہیں ان کے سوا خدا کے فضل اور برکات کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بھولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور اور راہوں سے اسے تلاش کرتا ہے۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 103﴾

مسلمان آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ کرنے کے لئے میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں جہاں تک میلاد کرنے کا سوال ہے اس سے بڑھ کر اور کیا نیکی ہوسکتی ہے کہ آپ کے اخلاق فاضلہ کا بار بار ذکر کیا جائے۔ آپ پر بار بار درود بھیجا جائے اور آپ کے اسوہ حسنہ کو اختیار کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے اس نیک کام میں بھی بدعت داخل کر دی ہے کہ کھڑے ہو کر اس تصور سے درود پڑھا جائے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی روح آتی ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ جو اس دنیا سے

رخصت ہو جائے وہ خواہ کتنی ہی بلند ہستی کیوں نہ ہو پھر اس دنیا میں واپس نہیں آتی۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے درود انسان کھڑے بیٹھے، لیٹے، چلتے، پھرتے ہر وقت بھیج سکتا ہے۔ یہ تو ایک دعا ہے جو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کے لئے کرتے ہیں لیکن وہی دعا جب اس ذہنیت سے کی جائے کہ درود پڑھتے ہی آپ کی روح آ جاتی ہے تو وہی نیک کام بدعت بن جاتا ہے کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا اگر ایسا ہونا ممکن تھا تو آنحضرت ﷺ یا آپ کے صحابہؓ سے کوئی روایت بھی ثابت ہوتی۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

’’آنحضرت ﷺ کا تذکرہ بہت عمدہ ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی یاد سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرہ کی ترغیب دی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جاویں جن سے توحید میں خلل واقع ہو تو وہ جائز نہیں۔ خدا کی شان خدا کے ساتھ اور نبی کی شان نبی کے ساتھ رکھو۔ آج کل کے مولویوں میں بدعت کے الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اور وہ بدعات خدا کے منشاء کے خلاف ہیں اگر بدعات نہ ہوں تو پھر تو وہ ایک وعظ ہے آنحضرت ﷺ کی بعثت۔ پیدائش اور وفات کا ذکر ہو تو موجب ثواب ہے ہم مجاز نہیں کہ اپنی شریعت یا کتاب بنا لیویں۔‘‘ ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 160,159﴾

پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’بعض مُلّاں اس میں غُلّو کر کے کہتے ہیں کہ مولود خوانی حرام

ہے اگر حرام ہے تو پھر کس کی پیروی کرو گے؟ کیونکہ جس کا ذکر زیادہ ہو اس سے محبت بڑھتی ہے اور پیدا ہوتی ہے۔ مولود کے وقت کھڑا ہونا جائز نہیں ......اور کہاں لکھا ہے کہ روح آتی ہے۔" ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 160﴾

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت ﷺ نے ہر ایک کام کا نمونہ دکھلا دیا ہے وہ ہمیں کرنا چاہئے سچے مومن کے واسطے کافی ہے کہ دیکھ لیوے کہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے کیا ہے کہ نہیں اگر نہیں کیا تو کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ حضرت ابراہیمؑ آپ کے جدّ امجد تھے اور قابل تعظیم تھے کیا وجہ کہ آپ نے ان کا مولود نہ کروایا۔" ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 162﴾

"آج کل ایک رسم ختم قرآن کی بھی رائج ہے اس سلسلہ میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"کیا آنحضرت ﷺ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا تھا؟ اگر آپ نے ایک روٹی پر پڑھا ہوتا تو ہم ہزار پر پڑھتے۔"

﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 162,161﴾

پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن کو ناپاک باتوں سے ملا کر پڑھنا بے ادبی ہے وہ تو صرف روٹیوں کی غرض سے ملاں لوگ پڑھتے ہیں۔ اس ملک کے لوگ ختم وغیرہ دیتے ہیں تو ملاں لوگ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں کہ شوربا اور روٹی زیادہ ملے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (البقرہ:42)

یہ کفر ہے۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 158﴾

ایک بزرگ نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی ملازمت سے پہلے یہ منت مانی تھی کہ جب میں ملازم ہو جاؤں گا تو آدھ آنہ فی روپیہ کے حساب سے نکال کر اس کا کھانا پکوا کر حضرت پیرانِ پیر کا ختم دلواؤں گا۔ اس کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں۔فرمایا کہ:۔

''خیرات تو ہر طرح اور ہر رنگ میں جائز ہے اور جیسے چاہے انسان دے مگر اس فاتحہ خوانی سے ہمیں نہیں معلوم کیا فائدہ؟ اور یہ کیوں کیا جاتا ہے؟ میرے خیال میں یہ جو ہمارے ملک میں رسم جاری ہے کہ اس پر کچھ قرآن شریف وغیرہ پڑھا کرتے ہیں یہ طریق تو شرک ہے اور اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے فعل سے نہیں غرباء و مساکین کو بے شک کھانا کھلاؤ۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 180﴾

غرض اس قسم کی اور بھی بہت سی بدعات ہیں جو مذہب کے نام پر لوگوں نے مذہب میں داخل کر کے مذہب کا حصہ قرار دے دی ہیں لیکن تیرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا کہ کبھی مسلمانوں نے ان پر عمل کیا ہو۔مسلمان جب مذہب سے دور جا پڑے تو ان کی گمراہی کو دور کرنے اور صحیح راستے پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موعود آخر الزمان کو مبعوث فرمایا۔آپ نے پھر سے محمدی شریعت کا قیام فرمایا اور دنیا کو یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہی انسان کی زندگی کا مقصد اور نصب العین ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا ایک ہی

طریق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی کامل فرمانبرداری کی جائے۔

وظیفہ کے متعلق کسی کے سوال کرنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

’’وظیفوں کے ہم قائل نہیں ۔ یہ سب منتر جنتر ہیں جو ہمارے ملک کے جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں۔البتہ دعا کرنی چاہیے خواہ اپنی ہی زبان میں ہو سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہوا ایسا کہ وہ قادر الحیّ القیوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہوگی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا۔‘‘ ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 323﴾

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

’’بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات و اکرامات ہوتے ہیں وہ محض اللہ پاک کے فضل وکرم سے ہی ہوتے ہیں۔ پیروں، فقیروں،صوفیوں، گدی نشینوں کے خود تراشیدہ وظائف طریق، رسومات سب فضول بدعات ہیں جو ہرگز ہرگز ماننے کے قابل نہیں .... انسان کو چاہیے کہ سب کچھ خدا تعالیٰ سے طلب کرے۔‘‘

﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 322﴾

قاضی ظہور الدین صاحب اکمل مرحوم نے سوال کیا کہ محرم کی دسویں کو جو شربت و چاول وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اگر یہ للہ بہ نیت ایصال ثواب ہو تو اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟ حضور نے فرمایا:۔

’’ایسے کاموں کے لئے دن اور وقت مقرر کر دینا ایک رسم و بدعت

ہے اور آہستہ آہستہ ایسی رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں ۔ پس اس سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ایسی رسموں کا انجام اچھا نہیں ۔ ابتداء میں اسی خیال سے ہو مگر اب تو اس نے شرک اور غیر اللہ کے نام کا رنگ اختیار کر لیا ہے اس لئے ہم اسے نا جائز قرار دیتے ہیں جب تک ایسی رسوم کا قلع قمع نہ ہو عقائد باطلہ دور نہیں ہوتے ۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 168﴾

کسی نے حضور سے نصف شعبان کی نسبت سوال کیا ۔ آپ نے فرمایا: ۔

''یہ رسوم حلوا وغیرہ سب بدعات ہیں ۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 297﴾

ایک شخص نے آپ کے سامنے سوال پیش کیا کہ محرم پر جو لوگ تابوت بناتے ہیں اور محفل کرتے ہیں اس میں شامل ہونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: ''گناہ ہے'' ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 169﴾

تعویذ کے متعلق اپنے عمل سے حضور نے وضاحت فرمائی کہ نا جائز ہے ۔ ایک شخص نے اپنی کچھ حاجات تحریری طور پر پیش کیں ۔ حضرت اقدس نے پڑھ کر فرمایا کہ ''اچھا ہم دعا کریں گے ۔''

اس پر وہ شخص بولا کہ حضور کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟ فرمایا:

''تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہے ۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 505﴾

خود تراشیدہ وظائف کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ۔

''اپنی شامتِ اعمال کو نہیں سوچا ان اعمال خیر کو جو پیغمبر ﷺ سے ملے تھے ترک کر دیا اور ان کی بجائے خود تراشیدہ درود و وظائف

داخل کر لئے اور چند کافیوں کو حفظ کر لینا کافی سمجھا گیا۔ بلّھے شاہ کی کافیوں پر وجد میں آ جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کا جہاں وعظ ہو رہا ہو وہاں بہت ہی کم لوگ جمع ہوتے ہیں لیکن جہاں اس قسم کے مجمع ہوں وہاں ایک گروہ کثیر جمع ہو جاتا ہے۔ نیکیوں کی طرف سے یہ کم رغبتی اور نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ لذت روح اور لذت نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا ہے۔''

﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 63﴾

نیازوں کے متعلق آپ نے فرمایا یہ سب بدعتیں ہیں اور حرام ہیں ان کا کوئی ثبوت قرآن مجید، احادیث اور سلف صالحین کے طریق سے ثابت نہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:۔

''ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی کی جاتی ہے۔ بعض عورتیں زکٰوۃ دینے کے لائق ہیں اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے مگر وہ زکٰوۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجالاتی ہیں جیسے چیچک کی پوجا بعض فرضی دیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط رکھ دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا حقہ نوش نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے

ہیں کہ آ ؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد ذلت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے جس کی انتہا نہیں۔“ ﴿ملفوظات جلد پنجم ص:49﴾

حضور نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم پا کر بیعت لینی شروع کی تو شرائط بیعت میں سے ایک شرط یہ بھی قرار دی۔(شرط ششم):

”یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا وہوس سے باز آ جائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔“

ہر احمدی مرد اور عورت جس نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس کو اس شرط کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور اپنی روزمرہ کی زندگی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ بیعت کی اس شرط کے مطابق وہ اتباع رسم سے باز رہتا ہے یا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آنحضرت ﷺ کی کامل فرمانبرداری کے ساتھ حضرت موعود آخر الزمان کے احکام کی فرمانبرداری بھی ہم پر لازم ہے۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں:۔

”اب تم خود یہ سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لو کیا تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود حکم عدل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کا فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہوگا لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کر لیا

ہے کہ مسیح موعود واقعی حکم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو اور اس کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم رسول اللہ ﷺ کی پاک باتوں کی عزت اور عظمت کرنے والے ٹھہرو۔‘‘

﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 52﴾

یہی اصولی تعلیم ہے جو ہر احمدی مرد اور عورت کے لئے قابل عمل ہونی چاہیئے کہ ہم ہر کام سے پہلے اس پر غور کریں کہ آیا یہ قرآن کی تعلیم کے خلاف تو نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے کسی قول یا سنت کے خلاف تو نہیں اور پھر امام الزمان کے فتویٰ اور ارشاد کے خلاف تو نہیں۔ اگر اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری زندگیاں بسر ہوں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل کے ہم امیدوار ہو سکتے ہیں۔

شادی بیاہ سے متعلق رسومات:۔

دوسری قسم کی وہ رسومات ہیں جو مذہب کے ساتھ تو منسوب نہیں کی جاتیں مگر ہماری روایت میں وہ اس طرح مل گئیں ہیں کہ ان سے بظاہر پیچھا چھٹنا مشکل نظر آتا ہے لیکن ہیں وہ صریحاً قرآنی تعلیم کے خلاف یہ وہ رسومات ہیں جو عموماً نکاح شادی اور منگنی وغیرہ کے موقع پر کی جاتی ہیں۔ شادی کے موقع پر خوشی منانا اچھی بات ہے خوشی کا موقع ہوتا ہے لیکن قرآنی تعلیم ایسے موقعوں کے لئے یہ ہے کہ **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا** — (اعراف: 32) اسراف نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے **اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ** اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

اسلام سادگی سکھاتا ہے تکلف اور تصنع کو ناپسند فرماتا ہے لیکن ہمارے ہاں شادیوں میں بھاری چیزوں کے مطالبہ جات کیئے جاتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے بہت دفعہ نکاح پڑھاتے وقت جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ مطالبات نہ کریں۔

7/مارچ 1931ء کو نکاح کا خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا:۔

''اس امر کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ رسمیں خواہ کسی رنگ میں ہوں بُری ہوتی ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں نے اگر بعض رسمیں مٹائی ہیں تو دوسری شکل میں بعض اختیار کر لی ہیں۔ نکاحوں کے موقعوں پر پہلے تو گھروں میں فیصلہ کر لیا جاتا تھا کہ اتنے زیور اور کپڑے لئے جائیں گے۔ پھر آہستہ آہستہ ایسی شرائط تحریروں میں آنے لگیں۔ پھر میرے سامنے بھی پیش ہونے لگیں۔ شریعت نے صرف مہر مقرر کیا ہے اس کے علاوہ لڑکی والوں کی طرف سے زیور اور کپڑے کا مطالبہ ہونا بے حیائی ہے اور لڑکی بیچنے کے سوا اس کے اور کوئی معنے میری سمجھ میں نہیں آئے۔...... میں آئندہ کے لئے اعلان کرتا ہوں کہ اگر مجھے علم ہو گیا کہ کسی نکاح کے لئے زیور اور کپڑے کی شرائط لگائی گئیں ہیں یا لڑکی والوں نے ایسی تحریک بھی کی ہے تو ایسے نکاح کا اعلان میں نہیں کروں گا۔''

﴿الفضل 7/اپریل 1931ء﴾

ہمارے ملک میں سسرال والوں کو جوڑے اور زیور دینے کی منحوس رسم پڑ چکی ہے جس کی وجہ سے احمدی گھرانوں میں رشتوں میں

مشکل پیش آ رہی ہے اور اگر رشتہ ہو بھی جائے تو سسرال والوں کے مطالبات پورے نہ کئے جانے کے باعث آپس میں جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔احمدی خواتین اپنے امام کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت یہ عہد دہراتی ہیں کہ'' جو نیک کام آپ بتائیں گے اس میں آپ کی فرمانبرداری کروں گی۔''اس رسم کو چھوڑنا یقیناً عہد بیعت کو پورا کرنا ہے کیونکہ اس کا حکم آپ کے امام نے آپ کو دیا ہے۔

آپ نے 9رفروری 1921ء کو ایک نکاح کا خطبہ پڑھاتے ہوئے فرمایا:

'' لوگوں میں رواج ہے کہ جہیز وغیرہ دکھاتے ہیں اس رسم کو چھوڑنا چاہئے ۔ جب لوگ دکھاتے ہیں تو دوسرے پوچھتے ہیں جب دکھانے کی رسم بند ہوگی تو لوگ پوچھنے سے بھی ہٹ جائیں گے۔''

﴿خطبات محمود جلد 3 ص 93﴾

لڑکی کے گھر مہندی لے جانے سے حضرت مصلح موعود نے منع فرمایا اور شوریٰ 42ء میں بھی اس کے متعلق فیصلہ کیا گیا:

شادیوں میں خوشی کا اظہار بعض گھرانوں میں بے ہودہ گانوں اور باجا وغیرہ بجانے سے بھی کیا جاتا ہے جہاں تک گانے کا سوال ہے اگر بے ہودہ نہ ہوں تو ان کی اجازت ہے لیکن باقی باجے بجانے یا ناچ وغیرہ ناجائز ہے۔نکاح پر باجا بجانے اور آتش بازی چلانے کے متعلق کسی نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا۔آپ نے فرمایا:

''ہمارے دین میں دین کی بناء یُسر پر ہے عسر پر نہیں اور پھر اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ضروری چیز ہے باجوں کا وجود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا اعلان نکاح جس میں فسق و فجور نہ ہو جائز ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں ضروری شئے ہے کیونکہ اکثر دفعہ نکاحوں کے متعلق مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے پھر وراثت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اعلان کرنا ضروری ہے مگر اس میں کوئی ایسا امر نہ ہو جو فسق و فجور کا موجب ہو۔ رنڈی کا تماشا یا آتش بازی فسق و فجور اور اسراف ہے۔ یہ جائز نہیں۔''

﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 227﴾

پھر فرماتے ہیں:۔''جو چیز بُری ہے وہ حرام ہے اور جو چیز پاک ہے وہ حلال۔ خدا تعالیٰ کسی پاک چیز کو حرام قرار نہیں دیتا بلکہ تمام پاک چیزوں کو حلال فرماتا ہے۔ ہاں جب پاک چیزوں ہی میں بُری اور گندی چیزیں ملائی جاتی ہیں تو وہ حرام ہو جاتی ہیں اب شادی کو دف کے ساتھ شہرت کرنا جائز رکھا گیا ہے لیکن اس میں جب ناچ وغیرہ شامل ہو گیا تو وہ منع ہو گیا اگر اسی طرح پر کیا جائے جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو کوئی حرام نہیں۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 354`355﴾

رشتہ کرتے وقت صرف تقویٰ مدِّ نظر رہے:۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

''ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا

پسند نہیں کرتے بلکہ حق الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے ۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریقہ ہے جو احکام شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات: 14)

یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے ہماری قوم میں ایک یہ بھی بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا ۔ یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں اور آتش بازی چلانا اور رنڈی بھڑوؤں ڈوم ڈھاریوں کو دینا۔ یہ سب حرام مطلق ہے ناحق روپیہ ضائع ہو جاتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ سو اس کے علاوہ شرع شریف میں تو صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم ص 48`49﴾

حضرت مصلح موعود نے حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی بڑی صاحبزادی سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ کی تقریب رخصتانہ کے موقع پر ایک اہم تقریر فرمائی تھی۔ اس تقریر سے اصولی طور پر ان رسومات کے متعلق راہ نمائی

حاصل ہوتی ہے۔جہیز کے متعلق آپ نے فرمایا:۔

’’دوسری بات جہیز دینا ہے جس چیز کو شریعت نے مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ مرد عورت کو کچھ دے عورت اپنے ساتھ کچھ لائے یہ ضروری نہیں ہے اور اگر کوئی اس کے لئے مجبور کرتا ہے تو وہ سخت غلطی کرتا ہے ہاں اگر اس کے والدین اپنی خوشی سے کچھ دیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ ضروری نہیں۔ ہاں لڑکے والے نہ دیں گے تو یہ ناجائز ہوگا۔شریعت نے ہر مرد کے لئے عورت کا مہر مقرر کرنا ضروری رکھا ہے۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

’’اس میں شبہ نہیں کہ جہیز اور بَری کی رسوم بہت بُری ہیں۔اس لئے جتنی جلدی ممکن ہو ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے ......ایسی وباء اور مصیبت جو گھروں کو تباہ کر دیتی ہے اس قابل ہے کہ اسے فی الفور مٹا دیا جائے اور میں نے دیکھا ہے کہ اچھے اچھے گھرانے اس رسم میں بہت بُری طرح مبتلا ہیں۔

’’لیکن اس کے معنے یہ نہیں کہ جہیز بھی اگر کوئی دے سکے تو نہ دے۔ایسے موقعوں پر ہمارے لئے سنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرزِ عمل ہے ......خدا تعالیٰ کی طرف سے جو مامور آیا اس کی وحی تازہ بہ تازہ ہے اور جو کچھ اس نے کہا وہ اس رس کی طرح ہے جو تازہ پھل سے نچوڑا گیا ہو۔پس اس کا عمل ہی صحیح سنت اور تعلیم اسلام ہے۔......

جو یہ کہے کہ جہیز نہیں دینا وہ غلطی کرتا ہے اور جہیز ضرور دینا چاہئے

تو وہ بھی بدعت پھیلانے والوں میں سے ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے لڑکی کو کچھ دیتا ہے تو یہ ہرگز بدعت نہیں کہلا سکتی .... اصل بات یہ ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اگر کوئی دیتا ہے تو اچھی بات ہے لیکن جو شخص یہ معمولی چیز بھی دینے کی استطاعت نہیں رکھتا اور پھر زیر بار ہو کر ایسا کرتا ہے تو شریعت اسے ضرور پکڑے گی۔ چونکہ اس نے اسراف سے کام لیا حالانکہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اسراف و تبذیر سے منع فرمایا ہے جیسے ارشاد ہے لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (بنی اسرائیل: 27) اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے لیکن اگر کوئی اپنی طاقت اور خوشی کے مطابق اس سے بہت زیادہ بھی دے دیتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں اگر آج ایک شخص اس قدر حیثیت رکھتا ہے کہ وہ لڑکی کو دس ہزار روپے دے سکتا ہے بے شک دے۔ اگر اس کے بعد اس کی حالت انقلاب دہر کے باعث ایسی ہو جائے کہ دوسری لڑکی کو کچھ بھی نہ دے سکے تو اس میں اس پر کوئی الزام نہیں آ سکتا کیونکہ پہلی کو دیتے وقت اس کی نیت یہی تھی کہ سب کو دے اب حالات بدل گئے۔ مختصر یہ کہ بدعت وہ ہے جسے لوگ قطعی حکم نہ ہونے کے باوجود پابندی سے اختیار کریں اور وہ اسلام سے ثابت نہ ہو۔ لیکن لوگوں کے کہنے سے اس کو ضروری سمجھا جائے یہ نمائش ہوتی ہے۔'' ﴿اقتباس از تقریر حضرت مصلح موعود۔ مصباح مئی 1930﴾

تحریک جدید کی غرض سادگی کا قیام:۔

تحریک جدید کی غرض بھی یہی تھی۔ حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ

نے جماعت کی ترقی کے لئے تحریک جدید کے اصول القاء فرمائے تھے کہ جماعت کی ترقی وابستہ ہے سادگی کے اصولوں پر چلنے سے تقریبات سادگی سے کرنے اور اسراف سے بچنے اور اپنے روپے کو بچا کر اشاعت اسلام میں خرچ کرنے سے یہی غرض ہے۔اسی غرض سے حضرت مصلح موعود نے شادیوں میں سادگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ بَری اور جہیز کی نمائش سے منع فرمایا۔ نمائش کرنے کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی نقل کی جاتی ہے اور جو غریب گھرانہ اتنا سامان جہیز میں بیٹی کو نہیں دے سکتا۔ وہ اپنے ہمسایہ کی نقل میں قرض لے کر اتنا دینے کی کوشش کرتا ہے سسرال والوں کو جوڑے دینے سے منع فرمایا۔ مہندی لڑکی کے گھر لے جانے سے خاص طور پر روکا کہ یہ ایک فضول رسم ہے۔مہندی بے شک دلہن کے لگائی جائے لیکن اس کے گھر والے بچی کو گھر میں لگا دیں اس کے لئے نمائش کرتے ہوئے سسرال سے مہندی لے کر جانے اور ایک علیحدہ تقریب پیدا کرنا محض نمائش اور اسراف ہے۔

مجلس مشاورت کا فیصلہ:۔

چنانچہ 1942ء کی مجلس مشاورت جو 3`4 اور 5 /اپریل کو منعقد ہوئی۔ مشاورت کے ایجنڈا میں ایک تجویز رسومات شادی کے متعلق تھی کہ ان کا سدّ باب کرنے کے لئے کیا تجاویز اختیار کی جائیں۔سب کمیٹی نے خصوصی طور پر جن رسومات کا ذکر کیا کہ ان کی مخالفت ہونی چاہیئے وہ

مندرجہ ذیل تھیں :۔

1۔ جہیز اور بَری دکھانے کی قطعی ممانعت ہونی چاہیئے۔

2۔ لڑکی والوں یا لڑکے والوں کی طرف سے علاوہ مہر کے کپڑوں اور زیورات کی شرط یعنی تعین کا مطالبہ ممنوع قرار دیا جائے۔

3۔ مہندی کی رسم یعنی لڑکے کے رشتہ دار عورتوں کا اجتماعی صورت میں لڑکی والوں کے گھر لے کر جانا بند کیا جائے۔

حضرت مصلح موعود کی اہم تقریر:۔

ان تجاویز پر نمائندگان کے اظہار خیالات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

''شادی بیاہ کی رسوم یا دوسری رسوم ایسا نازک اور اہم سوال ہے کہ جو کسی زندہ جماعت کی دائمی توجہ کا مستحق ہے دنیا میں تین قسم کے مذاہب ہیں ایک وہ جنہوں نے حرمت پر زیادہ زور دیا ہے یہ بھی حرام ہے دوسرے وہ جنہوں نے حلّت پر زور دیا ہے جیسے عیسائی مذہب ہے اس نے ہر چیز کو حلال کر دیا ہے......

تیسری قسم اسلام ہے یعنی اس میں بعض چیزیں حلال بھی ہیں اور حرام بھی ہیں۔ پھر ایسی صورتیں ہیں کہ ہر حال میں حرام کی اور ہر حرام میں حلال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے......اسلام نے اصولی طور پر بعض چیزوں کے متعلق ہدایات دے دی ہیں اور پھر انسان کی عقل پر چھوڑ دیا ہے......

پس اسلام نے حلال وحرام دونوں حالتوں میں عقل سے کام لینے کا حکم دیا

ہے اور بعض اصول مقرر کر دیئے ہیں اور یہی حالت رسوم کے متعلق ہے۔ اسلام نے بعض باتیں کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض سے منع کیا ہے۔ مثلاً ولیمہ کا حکم اسلام نے دیا ہے مگر دوسری طرف اسراف سے منع کیا ہے اور ولیمہ کے وقت اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔''

حضور نے مزید فرمایا:۔

''مجھ پر یہ اثر ہے کہ اس بارہ میں ہماری جماعت میں زیادہ اسراف ہو رہا ہے۔ ہم یہ جو قوانین بناتے ہیں یہ دائمی نہیں آئندہ نسل اگر چاہے تو ان کو بدل بھی سکتی ہے اس وقت ہم جو قوانین بناتے ہیں ان کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اندر ایک بدی آ رہی ہے۔ اسے روکنے کی کوشش کی جائے ...... ہم کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتے کہ شادی بیاہ پر اتنی رقم خرچ کی جائے یا ضرور اتنے ہی مہمان مدعو کئے جائیں ہاں نمائش اور ریاء سے روک سکتے ہیں اور اس پر پابندیاں لگا سکتے ہیں چونکہ کثرت آراء اس کے حق میں ہیں اس لئے میں اس تجویز کو منظور کرتا ہوں نمائش اور ریاء سے ہمارے دوستوں کو ہمیشہ بچنا چاہیئے اس کا دوسروں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔'' ﴿رپورٹ مجلس مشاورت 1942ء صفحہ 23`24﴾

رسم مہندی کی ممانعت:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے شادی پر مطالبات ممنوع قرار دیئے جانے کی تجویز اور مہندی کی رسم کی ممانعت کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

''میں نے حضرت (اماں جان) سے اس کے متعلق دریافت کر لیا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت...... (اقدس) کے زمانہ میں مہندی کی رسم نہ کبھی ہمارے ہاں ہوئی اور نہ آپ کے زمانہ میں قادیان میں کسی اور احمدی کے ہاں یہ رسم ادا ہوئی۔لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ عام ہو رہی ہے...... اب یہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گئی ہے اس لئے اسے روکنا ہمارا فرض ہے آپ نے فرمایا:۔

''...... یہ رسوم ایسی صورت اختیار کرتی جارہی ہیں کہ خطرہ ہے کہ وہ جزوِ شریعت نہ بن جائیں اس لئے ان کا روکنا ہمارا فرض ہے۔''

﴿رپورٹ مجلس مشاورت 1942 صفحہ 25﴾

1947ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر جماعت کی تمدنی اصلاح کی خاطر شادیوں میں زیادہ چھان بین کرنے اور کپڑے زیور کے مطالبات کرنے والوں سے حصرت مصلح موعود نے اظہار نفرت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''شادیوں کے معاملہ میں زیادہ چھان بین اور کرید لغو ہے خدا نے مرد عورت کا جوڑا بنایا ہے اور وہ بہر حال مل بیٹھیں گے۔شادی اللہ تعالیٰ کا قانون اور انسانی فطرت میں داخل ہے۔''(الفضل 18 اپریل 1947ء)

نیز آپ نے فرمایا:۔

''لیکن اس میں بعض دفعہ ایسی غیر معقول باتیں کرتے ہیں اور ایسی لغو شرطیں لگا دیتے ہیں کہ حیرت آتی ہے مثلاً بعض لوگ جہیز کی شرطیں

لگاتے ہیں اتنا سامان ہوتو ہم شادی کریں گے۔ یہ سب لغو ہے میں متواتر سالہا سال سے جماعت کوتوجہ دلا رہا ہوں کہ ان کی اصلاح کی جائے۔ اگر جماعت کے لوگ اس طرف توجہ کریں تو بہت جلد اصلاح ہوسکتی ہے اگر وہ یہ عہد کرلیں کہ ہر ایسی شادی جس میں فریقین میں سے کسی کی طرف سے بھی ایسی شرطیں عائد کی گئی ہوں تو ہم اس میں شریک نہ ہوں گے تو دیکھ لو تھوڑے ہی عرصہ میں وہ لوگ ندامت محسوس کرنے لگیں گے اور ان شنیع حرکات سے باز آجائیں گے بھلا اس سے زیادہ اور کیا ذلیل کن بات ہو سکتی ہے کہ لڑکیوں کے چارپایوں کی طرح سودے کئے جائیں اور منڈی میں رکھ کر ان کی قیمت بڑھائی جائے۔ پس ہماری جماعت کو ایسی شنیع حرکات سے بچنا چاہئے اور عہد کرنا چاہئے کہ ایسی شادی میں کبھی شامل نہ ہوں گے خواہ وہ سگے بھائی یا بہن کی ہی ہو۔'' ﴿الفضل 18/اپریل 1947ء﴾

لڑکی کی شادی میں کھانا یا چائے دینے سے منع فرمایا تا کہ صرف دعا میں کثرت سے لوگ شامل ہوں۔ سوائے اس کے کہ لڑکی کی بارات کسی دوسرے شہر سے آرہی ہو۔ لڑکی کی شادی کے موقع پر چائے یا کھانا دینے میں بظاہر کوئی حرج نہیں۔ گھر آئے مہمان کی مہمان نوازی کرنا اسلام کا ایک حکم ہے لیکن یہ سمجھ لینا کہ ضرور کھلایا جائے یہ بدعت ہے اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود کا ارشاد مندرجہ ذیل ہے:۔

''لڑکی والوں کی طرف سے دعوت جہاں تک میں نے غور کیا ہے ایک تکلیف دہ چیز ہے لیکن اگر لڑکی والے بغیر دعوت کے آنے والوں

کو کچھ کھلا دیں تو یہ ہرگز بدعت نہیں ہاں اگر یہ کہا جائے جو نہیں کھلاتا وہ غلطی کرتا ہے تو یہ ضرور بدعت ہے...... لیکن اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے لڑکی کو کچھ دیتا ہے یا آنے والے مہمانوں کو کچھ کھلاتا ہے تو یہ ہرگز بدعت نہیں کہلا سکتی۔ خود حضرت ...... (اقدس) نے مبارکہ بیگم کی شادی پر بعض چیزیں اپنے پاس سے روپے دے کر آنے والے مہمانوں کے لئے امرتسر سے منگوائیں جو شخص یہ سمجھ کر کہ ایسا کرنا ضروری ہے ایسا کرتا ہے وہ بدعتی ہے لیکن جو شخص اپنے فطری احساس اور جذبہ کے ماتحت آنے والوں کی کچھ خاطر کرتا ہے اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔''

﴿اقتباس تقریر حضرت مصلح موعود 15 / مئی 1930ء﴾

میں سمجھتی ہوں کہ شادی بیاہ کی تقریبات کے سلسلہ میں مذکورہ بالا اقتباسات جماعت کی خواتین کی راہ نمائی کرنے کے لئے کافی ہوں گے ۔لیکن تحریک جدید جاری کرنے کے بعد جماعت کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اور اس لئے کہ امیر و غریب سب اپنے بھائی کی بچی کی شادی میں شرکت کر سکیں۔ امیر و غریب کا تفاوت باقی نہ رہے آپ نے حکم دیا کہ احباب جماعت سادگی کے ساتھ رخصتانہ کی تقریب کر دیا کریں سب بھائی بہنیں شادی والے گھرانہ کی خوشی کی تقریب میں شرکت کر لیں دعا کے ساتھ بچی کو رخصت کر دیں۔ اور ہمارے معاشرہ کی یہ شادیاں نمونہ بن جائیں تمام عالم اسلام کے گھرانوں کے لئے ۔مگر ابھی تک سو فیصد حضرت مصلح موعود کے اس فرمان پر جماعت کے احباب عمل نہیں کر رہے

بہت سے گھرانوں میں اب بھی شادی کے کارڈوں پر باقاعدہ عصرانہ اور طعام کے الفاظ چھپے نظر آتے ہیں۔ پھر بعض گھرانے صرف شادی کی دعوت طعام پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ مہندی والے دن بھی چائے یا کھانا دینا ضروری سمجھتے ہیں اور اس طرح جو غرض سادگی اختیار کرنے کی حضرت مصلح موعود کے ارشاد میں تھی وہ پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔

شادی کے موقعہ پر بہت مہنگے کارڈ چھپوانا بھی اسراف میں داخل ہے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مستورات کو خطاب فرماتے ہوئے کہا تھا:۔

''اس سال بعض واقعات (گو وہ تھوڑے ہیں) جماعت میں ہوئے ہیں جن کی وجہ سے میرے لئے ضروری ہے کہ میں آپ میں سے ہر ایک کو تنبیہہ کر دوں۔ شادی بیٹے کی تھی یا بیٹی کی بعض افراد نے خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف نمائش اور رسوم کو اختیار کیا اور اتنا قرض اٹھالیا کہ بعد میں انہیں یہ کہنا پڑا کہ ہمارے چندوں میں تخفیف کی جائے۔ اگر یہ صورت تھی تو تم نے ان بدرسوم اور نمائش کو اختیار ہی کیوں کیا تھا کہ اس کی وجہ سے آج تم ثواب سے محروم ہو رہے ہو۔ اس کے اور بھی نقصانات ہیں صرف وقتی طور پر ہی ان کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس کے نقصانات کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے جس میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے تمہاری زندگی میں کوئی اسراف نہیں ہونا چاہئے تمہاری زندگی میں کوئی رسم نہیں ہونی چاہئے۔'' ﴿تقریر برموقع سالانہ اجتماع لجنہ مرکزیہ 22 اکتوبر 1969ء﴾

پس ہمیں قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے شادی کی سب فضول رسوم ترک کر دینی چاہئیں۔ جہاں مطالبات پورے کئے جائیں گے آپس میں اخوت کا خاتمہ ہو جائے گا وہ محبت اور پیار جوان رشتوں کی بقا کا موجب ہوتا ہے جن کی اساس پر آئندہ تعلقات کی بنیاد پڑتی ہے وہ جاتا رہے گا اور ہمارے معاشرہ کی فضا پُرامن اور صاف نہیں رہے گی جس کا تقاضا اسلامی معاشرہ کرتا ہے۔شادی کی تقریب پر ایک ضروری چیز گانا بجانا سمجھی گئی ہے جہاں تک خوشی کی تقریب میں خوشی کے گانے گائے جانے کا سوال ہے یہ جائز ہے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بچیوں کا گیت گانا ثابت ہے اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشادات تحریر کرتی ہوں۔

میاں اللہ بخش صاحب امرتسری نے عرض کیا کہ حضور یہ جو باراتوں کے ساتھ باجے بجائے جاتے ہیں اس کے متعلق حضور کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا:۔

”فقہاء نے اعلان بالدّف کو نکاح کے وقت جائز رکھا ہے اور یہ اس لئے کہ پیچھے جو مقدمات ہوتے ہیں تو اس سے گویا ایک قسم کی شہادت ہو جاتی ہے۔ ہم کو مقصود بالذّات لینا چاہیئے۔اعلان کے لئے یہ کام کیا جاتا ہے یا کوئی اپنی شیخی اور تعلّی کا اظہار مقصود ہے ...... بلکہ نسبتوں کی تقریب پر جو شکّر وغیرہ بانٹتے ہیں دراصل یہ بھی اسی غرض کے لئے ہوتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو خبر ہو جاوے اور پیچھے کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔مگر اب یہ اصل مطلب مفقود ہو کر اس کی جگہ صرف رسم نے لے لی ہے۔“

﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 310﴾

حضرت اقدس کے اس ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ شادی کا اعلان ہونا ضروری ہے اس غرض سے پہلے دف بجائی جاتی تھی اب یہ اعلان مسجد میں ہو جاتا ہے یا الفضل اور سلسلہ کے کسی اور اخبار میں شائع ہو جاتا ہے اور جماعت کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں گھرانہ میں نکاح ہو گیا ہے۔ چپ چاپ بغیر اعلان شادی جائز نہیں۔

آتش بازی وغیرہ کے متعلق آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''آتش بازی اور تماشا وغیرہ یہ بالکل منع ہیں کیونکہ اس سے مخلوق کو کوئی فائدہ بجز نقصان کے نہیں ہے۔﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 310﴾

پھر یہ سوال آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ لڑکی یا لڑکے والوں کے ہاں جو جوان عورتیں مل کر گاتی ہیں وہ کیسا ہے فرمایا:

''اصل یہ ہے کہ یہ بھی اسی طرح پر ہے۔ اگر گیت گندے اور ناپاک نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں تشریف لے گئے تو لڑکیوں نے مل کر آپ کی تعریف میں گیت گائے تھے

غرض اس طرح پر اگر فسقِ و فجور کے گیت نہ ہوں تو منع نہیں مگر مردوں کو نہیں چاہئے کہ عورتوں کی ایسی مجلسوں میں بیٹھیں یہ یاد رکھو کہ جہاں ذرا بھی مظنّہ فسق و فجور کا ہو وہ منع ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

یہ ایسی باتیں ہیں کہ انسان خود ان میں فتویٰ لے سکتا ہے جو امر تقویٰ اور خدا کی رضا کے خلاف ہے مخلوق کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ منع ہے اور پھر جو اسراف کرتا ہے وہ سخت گناہ کرتا ہے۔ اگر ریا کاری کرتا ہے تو گناہ ہے غرض کوئی ایسا امر جس میں اسراف ریا، فسق، ایذائے خلق کا شائبہ ہو وہ منع ہے اور جو ان سے صاف ہو وہ منع نہیں گناہ نہیں کیونکہ اصل اشیاء کی حلّت ہے۔'' ﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 311﴾

وفات سے متعلق رسوم:۔

تیسری قسم کی رسومات کا تعلق انسان کی وفات کے ساتھ ہے۔

غیر احمدیوں میں تو قل، چہلم، دسواں، چالیسواں نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے الحمد للہ کہ احمدیوں میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں۔ لیکن بعض بعض جگہ سے مستورات کے متعلق ایسا کرنے کی شکایات ملتی رہتی ہیں۔ پس ایسی محفلوں میں شمولیت اور دوسروں کے ساتھ مل کر ایسی رسومات کرنا جو توحید کے سراسر خلاف ہیں گناہ ہے ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:

'' قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ – (آل عمران:32)

اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ایک یہی طریق ہے آنحضرت ﷺ کی سچی فرمانبرداری کی جاوے۔ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔ کوئی مر جاتا ہے تو قسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں۔ حالانکہ چاہئے کہ مُردہ کے حق میں دعا کریں رسومات کی بجا آوری

میں آنحضرت ﷺ کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت ﷺ کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 316﴾

پھر تفصیلی طور پر حضرت اقدس نے ذیل کی عبارت میں ان رسوم کی تشریح فرمائی کہ:

''(1) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات زبان پر لانا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر لیں کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (سورۃ البقرہ: 157) کہیں یعنی ہم خدا تعالیٰ کا مال اور مِلک ہیں۔ اسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے لے اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ کرے وہ شیطان سے ہے۔

(2) برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلا نا رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس تک بعض

چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(3) سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں حرام خور عورتیں شیطان کی بہنیں جو دور دور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر و فریب سے منہ کو ڈھانپ کر اور بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتلانے کے لئے صد ہا روپیہ کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے اس غرض سے کہ لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی اچھا نام پیدا کیا سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(4) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کہ کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوی ہو گئی ہوں حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم

سے روکتی ہیں خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے جس عورت کو رسول اللہ ﷺ پیارا ہے اس کو چاہئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایمان دار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم ص 46`47﴾

28/فروری 1904ء کو ایک شخص نے چند مسائل دریافت کئے۔ان میں یہ سوال بھی تھا کہ میت کے قُل جو تیسرے دن پڑھے جاتے ہیں ان کا ثواب اسے پہنچتا ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

''قل خوانی کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔صدقہ، دعا اور استغفار میّت کو پہنچتے ہیں۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم ص 605﴾

پھر فرمایا:۔''ہمیں تعجب ہے کہ یہ لوگ ایسی باتوں پر امید کیسے باندھ لیتے ہیں۔دین تو ہم کو نبی کریم ﷺ سے ملا ہے۔اس میں ان باتوں کا نام تک نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فوت ہوئے کیا کسی کے قل پڑھے گئے۔صدہا سال کے بعد اور بدعتوں کی طرح یہ بھی ایک بدعت نکل آئی ہوئی ہے۔'' ﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 605﴾

ایک شخص نے اسی مجلس میں آپ سے یہ سوال کیا کہ میت کے لئے فاتحہ خوانی کے لئے جو بیٹھتے ہیں اور فاتحہ پڑھتے ہیں؟ حضور نے جواب میں فرمایا:

''یہ درست نہیں ہے۔ بدعت ہے۔آنحضرت ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ اس طرح صف بچھا کر بیٹھتے اور فاتحہ خوانی کرتے تھے۔''

﴿ملفوظات جلد سوم صفحہ 606﴾

فاتحہ خوانی کے متعلق مزید فرمایا:۔

''نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے نہ قرآن شریف میں نہ سنت میں۔''

﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 16﴾

11 رفروری 1906ء حضرت اقدس کی مجلس میں ایک شخص نے سوال کیا کہ میت کے ساتھ جو لوگ روٹیاں پکا کر یا اور کوئی شے لے کر باہر قبرستان میں لے جاتے ہیں اور میت کو دفن کرنے کے بعد مساکین میں تقسیم کرتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

فرمایا:۔ ''سب باتیں نیت پر موقوف ہیں اگر یہ نیت ہو کہ اس جگہ مساکین جمع ہو جایا کرتے ہیں اور مردے کو صدقہ پہنچ سکتا ہے ادھر وہ دفن ہو ادھر مساکین کو صدقہ دے دیا جاوے تاکہ اس کے حق میں مفید ہو اور وہ بخشا جاوے تو یہ ایک عمدہ بات ہے لیکن اگر صرف رسم کے طور پر یہ کام کیا جاوے تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا ثواب نہ مردے کے لئے اور نہ دینے والوں کے واسطے اس میں کچھ فائدے کی بات ہے۔''

﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 6﴾

ایک شخص نے سوال کیا کہ کسی شخص کے مرجانے پر جو اسقاط کرتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا:

''بالکل بدعت ہے اور ہرگز اس کے واسطے کوئی ثبوت سنت اور حدیث سے ظاہر نہیں ہوسکتا۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 7﴾

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مردے کو کھانے کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:۔

''طعام کا ثواب پہنچتا ہے بشرطیکہ حلال کا طعام ہو۔''

﴿ملفوظات جلد پنجم ص 345﴾

پھر فرمایا:۔

''قرآن شریف جس طرز سے حلقہ باندھ کر پڑھتے ہیں یہ تو سنت سے ثابت نہیں ملاں لوگوں نے اپنی آمدن کے لئے یہ رسمیں جاری کر دی ہیں۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ چاہے تو مردہ کے حق میں دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اپنے ہاتھ سے ایک پیسہ دینا بھی بہتر ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ کوئی دوسرا آدمی اس کے عوض میں بہت سا مال خرچ کر دے۔'' ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 345﴾

پھر ایک بار حضرت اقدس کی مجلس میں سوال پیش ہوا کہ کسی کے مرنے کے بعد چند روز لوگ ایک جگہ جمع ہوتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں فاتحہ خوانی ایک دعا مغفرت ہے۔ پس اس میں کیا مضائقہ ہے؟

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:۔

''ہم تو دیکھتے ہیں وہاں سوائے غیبت اور بے ہودہ بکواس کے

اور کچھ نہیں ہوتا۔ پھر یہ سوال ہے کہ آیا نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرامؓ دائمہ عظام میں سے کسی نے یوں کیا؟ جب نہیں کیا تو کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی؟ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ اس رسم کی کچھ ضرورت نہیں ناجائز ہے جو جنازہ میں شامل نہ ہوسکیں وہ اپنے طور سے دعا کریں یا جنازہ غائب پڑھ دیں۔''

﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 214,213﴾

موت ہر انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے اس مرحلہ پر بھی ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ وہی نمونہ دکھائیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام دکھاتے رہے اور جو اس زمانہ میں حضرت اقدس اور آپ کے خلفاء نے دکھایا کوئی فعل ایسا نہ ہو جو آنحضرت ﷺ کی سنت اور قرآن مجید کے احکام کے خلاف ہو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

بچّہ کی پیدائش کے ساتھ وابستہ رسوم:۔

بچہ کی پیدائش پر شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ بچہ کے کان میں اذان دو۔ ساتویں دن عقیقہ کرواؤ۔ بال کٹواؤ۔ لڑکا ہے تو ختنہ کرواؤ اور بکرا ذبح کرو گوشت خود کھاؤ دوستوں کو کھلاؤ اور غرباء میں تقسیم کرو تا کہ وہ بھی تمہاری خوشی میں شامل ہوں لیکن اس کے برعکس ابھی تک غیر احمدیوں کی طرح بعض احمدی گھرانوں میں بھی ختنوں کے موقعہ پر باقاعدہ تقریب کی جاتی ہے دعوت ہوتی ہے عزیز اور اقرباء اکٹھے ہوتے ہیں اور اسراف ہوتا ہے حالانکہ یہ صریحاً بدعت ہے اس کا جواز اسلامی تاریخ اور سنت سے کہیں نہیں ملتا۔

بسم اللہ کی رسم:۔

بچوں کے سلسلہ میں ایک رسم اور کی جاتی ہے اور وہ ہے بسم اللہ کی تقریب۔ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم اور تربیت کی طرف توجہ دے۔ درحقیقت تو جس دن بچہ پیدا ہوتا ہے اذان دینے سے ہی اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے تاہم جب پڑھنے کے لائق ہو تو اس کی تعلیم کا انتظام کیا جائے سب سے مقدم یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید پڑھایا جائے بعض لوگ بچے خواہ بعد میں پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن چار یا ساڑھے چار سال کی عمر میں باقاعدہ بچہ کی بسم اللہ کی تقریب منعقد کرتے ہیں اور اسراف سے کام لیتے ہیں۔

ایک شخص نے بذریعہ تحریر حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارے ہاں رسم ہے کہ جب بچہ کو بسم اللہ کرائی جائے تو بچہ کو تعلیم دینے والے مولوی کو ایک عدد تختی چاندی یا سونے کی اور قلم و دوات چاندی یا سونے کی دی جاتی ہے اگرچہ میں ایک غریب آدمی ہوں مگر چاہتا ہوں کہ یہ اشیاء اپنے بچہ کی بسم اللہ پر آپ کی خدمت میں ارسال کروں۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:۔

”تختی اور قلم و دوات سونے یا چاندی کی دینا یہ سب بدعتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے اور باوجود غربت کے اور کم جائیداد ہونے کے اس قدر اسراف اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔“ ﴿ملفوظات جلد پنجم صفحہ 265﴾

ایک اور رسم جو انگریزوں کی تقلید میں اب ہمارے ملک میں

جاری ہوگئی ہے وہ ہے سالگرہ کی رسم یعنی بچہ کی پیدائش کا دن ہر سال منانا اور اس پر دعوت پارٹی دینی یہ سب فضولیات ہیں جن سے گریز کرنا چاہئے۔ بے شک آنحضرت ﷺ نے فرمایا **خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ** اگر اچھی پاک صاف بات کسی قوم میں بھی نظر آئے تو اسے اختیار کرو۔ لیکن بُری بات اپنی قوم میں بھی ہو تو چھوڑ دو۔ سالگرہ کی رسم ''ماصفا'' کے تحت نہیں آتی۔ یہ تو نقل ہے مغربی تہذیب کی۔ فائدہ اس کا کچھ نہیں وہی مال جو انسان غریبوں کی مدد کے لئے یا اشاعت اسلام کے لئے خرچ کرسکتا تھا وہ ایک دن کی تقریب میں خرچ کر دیتا ہے۔ اس کی بجائے اگر ماں باپ اپنے بچے کے ایک سال اور خیریت سے گزرنے پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے اپنے آپ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے غریب اور ضرورت مند بندوں کے کپڑوں تعلیم اور علاج پر خرچ کریں تا قوم کو فائدہ ہو اور اللہ تعالیٰ خوش ہو۔

آمین کی تقریب:۔

احمدی گھرانوں میں ایک اور تقریب منائی جاتی ہے جس کو آمین کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کے قرآن مجید ختم کرنے کی خوشی میں کوئی تقریب بغرض دعا منعقد کی جائے تا بچہ کو یہ احساس ہو کہ میرا پہلا فرض قرآن مجید ختم کرنا تھا۔ الحمدللہ کہ میں نے ختم کرلیا اور دوسرے بچے جو شامل ہوں ان کو تحریک ہو جائے کہ ہم بھی جلدی جلدی پڑھیں۔ ہمارے لئے اصل جواز اس کام میں ہے جو حضرت مسیح موعود آخر الزمان

نے کیا اور جس کا نمونہ پیش فرمایا حضور نے اپنے بچوں کی آمین کی اس لئے ہمارے لئے بھی یہ فعل جائز ہے لیکن اس کو بھی رسم نہیں بنانا چاہئے کہ ضرور ہی کیا جائے۔ اصل غرض دعا ہے اگر اس تقریب میں بھی اسراف سے کام لیا جانے لگ جائے تو یہ تقریب بھی ناپسندیدہ امر بن جائے گی۔ ہاں سادگی سے دعا کی غرض سے تقریب منعقد کی جائے تو اچھی اور پسندیدہ بات ہے۔

نومبر 1901ء میں جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آمین ہوئی اس وقت جیسا کہ حضرت اقدس کا معمول تھا کہ خدا تعالیٰ کے انعام وعطایا پر شکریہ کے طور پر صدقات دیتے تھے آپ نے دعوت دی اس پر حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے ایک سوال کیا کہ حضور یہ جو آمین ہوئی ہے یہ کوئی رسم ہے یا کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضور نے جو کچھ فرمایا وہ بہت سے شبہات کا ازالہ کرتا ہے اور ہر کام کرتے وقت ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:۔

''جو امر یہاں پیدا ہوتا ہے اس پر اگر غور کیا جاوے اور نیک نیتی اور تقویٰ کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر سوچا جاوے تو اس سے ایک علم پیدا ہوتا ہے میں اس کو آپ کی صفائی قلب اور نیک نیتی کا نشان سمجھتا ہوں کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لیتے ہیں۔'' ﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 385﴾

آپ نے فرمایا:۔

''بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے کہ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ** اعمال نیت ہی پر منحصر ہیں صحت نیت کے ساتھ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضروری سمجھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہہ کرتا ہو کہ تو مدرسہ جا کر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جاوے کہ بچہ مر جاوے تو دیکھا جاوے گا کہ یہ قتل عمد مستلزم سزا نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے۔ اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے۔ پس اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے لئے کوئی کام کیا جاوے اور دنیاداروں کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔''

﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 386﴾

پھر آپ نے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح اور بیّن ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے کر کے دکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کامل نمونہ ہے لیکن باوجود اس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے جہاں انسان واضح طور پر قرآن شریف یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پا سکے تو اس کو اجتہاد سے کام لینا چاہئے مثلاً شادیوں میں جو بھاجی دی جاتی ہے اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تا دوسروں پر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا

جاوے تو یہ ریاء کاری اور تکبّر کے لئے ہوگی اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ **اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّث** (الضُّحٰی : 12) کا عملی اظہار کرے اور **مِـمَّـا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ** (البقرہ : 4) پر عمل کرنے کے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے دے تو یہ حرام نہیں۔ پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اس میں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدعا نیت پر ہے نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے ایک قصہ مشہور ہے ایک بزرگ نے دعوت کی اور اس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا کہ اس قدر اسراف نہیں کرنا چاہئے اس نے کہا کہ جو چراغ میں نے ریا کاری سے روشن کیا ہے اسے بجھا دو کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اس کو کرتے ہیں ایک اس فعل کو کرنے میں مرتکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا اور یہ فرق نیتوں کے اختلاف سے پیدا ہو جاتا ہے...... اسی طرح پر میں ہمیشہ اسی فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لاانتہاء فضل اور انعام ہیں ان کی تحدیث مجھ پر فرض ہے پس میں جب کوئی کام کرتا

ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے......اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا اس تقریب پر میں چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں میں جیسا کہ ابھی کہا ہے کہ اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔‘‘

﴿ملفوظات جلد دوم صفحہ 389`390﴾

یہ رسمیں کیسے بنتی ہیں؟ کیوں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے محض نمائش اور دکھاوا اور اس بات کے اظہار کے لئے کہ ایک نے شادی یا کسی اور تقریب پر پانچ ہزار خرچ کئے تو دوسرا فخر یہ یہ کہتا ہے میں نے دس ہزار کئے محض نمائش۔ دکھاوا یا برادری میں اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے۔ حالانکہ مومن کی زندگی کا مقصد دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہوتا ہے اور یہی مقصد ہر احمدی عورت اور مرد کا ہونا چاہئے اور ہر کام کرنے کی نیت محض رضائے الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ ہونی چاہئے۔

دنیا کو دین پر مقدم رکھنے والوں کے انجام کی طرف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں توجہ دلائی ہے فرمایا فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی (النازعات: 38) یعنی جس شخص نے احکام الٰہی سے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی۔ یقیناً جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔ لیکن اس کے برعکس فرماتا ہے

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۔(النّٰزِعٰت: 41. 42) جس نے اپنے رب کی شان سے خوف کیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اور خدا تعالیٰ کی خاطر برادری کے تعلقات کی پرواہ نہ کی یقیناً جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔

اسی چیز کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ کے احکام میں ایک حصہ نواہی کا ہے یعنی بعض باتیں ایسی ہیں جن سے وہ روکتا ہے مثلاً دنیوی رسم ورواج ہیں جن کی وجہ سے بعض لوگ اپنی استطاعت سے زیادہ بچوں کی بیاہ شادی پر خرچ کر دیتے ہیں حالانکہ وہ اسراف ہے جس سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے رسم ورواج کو پورا کرنے کے لئے خرچ نہ کیا تو ہمارے رشتہ داروں میں ہماری ناک کٹ جائے گی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری خاطر رسم ورواج کو چھوڑ کر اپنی ناک کٹواؤ تب تمہیں میری طرف سے عزت کی ناک عطا کی جائے گی۔'' ﴿خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 216﴾

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کے تعلقات پر دنیا کے تعلقات کو ترجیح دیتے ہیں فرماتا ہے سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ (القلم: 17) اس دنیا میں انہوں نے اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہ کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن ہم ان اونچی ناکوں کو داغ لگائیں گے۔

عہد بیعت ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے:۔

حضرت اقدس نے اپنی بعثت کی ایک غرض یہ بتائی ہے کہ آپ کی بیعت کے ذریعہ ایک گروہ متقیوں کا پیدا ہو جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا ہو۔ اگر ہم حضور اور آپ کے خلفاء کی کامل اطاعت کرکے اپنے آپ کو اس تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت میں شامل کرتے ہیں تو یقیناً ہم اپنے عہد بیعت کو پورا کرنے والے ہیں کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بابرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے...... بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے

کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ ...... اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔‘‘

﴿روحانی خزائن جلد 3 ازالہ اوہام صفحہ 561`562﴾

ہم روزانہ کئی کئی بار نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (فاتحہ:6) اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلائیو۔ ایسا راستہ جو سیدھا تجھ تک جاتا ہو۔ یہ راستہ اور ہدایت متقیوں کو ہی نصیب ہو سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنی چاہئے اور اپنی مرضی کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے لئے چھوڑ دینا چاہئے اور اپنے پر فنا وارد کرنی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین

احمدی مستورات کا فرض:۔

پس ہم جنہوں نے حضرت مسیح موعود امام آخر الزمان اور آپ کے خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ہمیں آپ کے اس ارشاد کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا چاہئے کہ ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگیاں گزاریں۔ایک پاک تبدیلی ہمارے نفوس میں پیدا ہو اور اس کی روشنی ہر طرف پھیلے۔ہم نمونہ بنیں اسلامی برکات کا اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کو قبولیت اور نصرت دی جاتی ہے۔

لجنہ اماء اللہ کی تمام ممبرات اور تمام احمدی مستورات کا فرض ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی تمام ہدایات پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ترک رسومات کی تحریک کو پورے زور وشور سے جاری کریں رسومات کا پھر سے جماعت میں پیدا ہونا بھی عورتوں کی وجہ سے ہے ان میں اپنی جہالت، کم عقلی اور قرآن مجید کی تعلیم سے لاعلمی کے باعث اور رشتہ داروں اور برادری سے مقابلہ نہ کر سکنے کی ہمت اور جرأت نہ ہونے کی وجہ سے وہ رسومات پھر سے پھیلنی شروع ہو گئی ہیں جو جماعت کے ابتدائی ماننے والوں نے حضور کی مقدس صحبت میں ترک کر دی تھیں۔

میری بہنو! اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک قربانی مانگتا ہے اور سب سے بڑی قربانی یہی ہے کہ اپنی خواہشات اور جذبات کی گردن پر چھری پھیرتے ہوئے ہماری زندگیاں رسومات اور تکلفات سے پاک ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو جائیں تا وقتیکہ ہمارا نصب العین ہمیں حاصل ہو جائے۔اے اللہ تو ایسا ہی کر۔